کربلا اور تحفظ اسلام

مختار علی عابدی

اسلام خدا کا دین، جس کا مطلب ہے خدا اور خدائی فرامین کے سامنے تسلیم رہنا۔ قرآن حکیم کے مطابق اس دین اسلام کی تبلیغ کے لئے ایک لاکھ چوبیس ہزار نبیوں کو خداوند عالم نے اپنا خلیفہ اور جانشین بنا کر بشریت کی ہدایت اور رہنمائی کے لئے بھیجا جن میں تین سو تیرہ رسول اور پانچ

اولوالعزم اور صاحب شریعت رسولؑ تھے۔ بعض نبیوں کو الٰہی صحیفے اور بعض کو الٰہی کتابیں ملیں۔ مرسل اعظم حضرت محمد مصطفی □ پر نازل شدہ کتاب قرآن حکیم قانون کی آخری کتاب ہے۔ قرآن حکیم کے مطابق قرآن حکیم کے علاوہ دوسری آسمانی کتابیں امتوں کے ہاتھوں تحریف کردی گئی ہیں۔ اس لئے اللہ نے اپنی آخری کتاب قرآن کو دوسری تمام کتابوں کے لئے مصداق اور ناسخ قرار دیا ہے جس کا مطلب ہے کہ اختلاف کی صورت میں قرآن کی بات حق سمجھی جائے گی۔

مذہبی اعتبار سے دین اسلام ازلی ہے اور تمام پیغمبر خدا کی طرف سے اسی دین کی اشاعت کے لئے آئے مگر اس دین کا نام اسلام اور اس کے پیروؤں کا نام مسلم سب سے پہلے خلیل خدا حضرت ابراہیمؑ نے رکھا۔ اس اعتبار سے وہ اسلام کے مورث اعلیٰ سمجھے جاسکتے ہیں۔ حضرت ابراہیمؑ کے دو بیٹے تھے۔ حضرت اسحقؑ اور حضرت اسمٰعیلؑ حضرت اسحقؑ سلسلہ بنی اسرائیل کے مورث اعلیٰ تھے، جن میں حضرت موسیٰؑ اور عیسیٰؑ مشہور انبیاء مبعوث ہوئے اور توریت اور انجیل قانون کی کتابیں ان پر نازل ہوئیں۔ حضرت داؤدؑ پر زبور نازل ہوئی جو ایک دعا کی کتاب ہے۔

دوسرے حضرت اسمٰعیلؑ تھے، جنہیں حضرت ابراہیمؑ نے شیر خوارگی کے عالم میں آپ کی والدۂ گرامی ہاجرہ کے ساتھ مکہ کی سرزمین پر پہنچادیا جس میں خانہ کعبہ واقع ہے اور کعبہ کی تعمیر بھی باپ بیٹے حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسمٰعیلؑ نے مل کر کی۔

حضرت اسمٰعیلؑ کے ۱۲ فرزند تھے ان میں ثابت اور قیدار کی اولاد حجاز میں آباد ہوئی۔ قیدار کی اولاد میں عدنان ہوئے، جن کی نسل میں حضر بن کنانہ اور ایک قول کے مطابق فہر بن مالک بن نضر اور بقول قصیٰ بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر کی اولاد قریش کے لقب سے مشہور ہوئی۔

قصی ابن کلاب نے بڑا نام پیدا کیا اور بڑے کارنامے انجام دئے۔ انہوں نے دارالندوہ (محل مشاورت) کے نام سے ایک عمارت تیار کرائی، جس میں جمہور کے کام انجام دیئے جاتے تھے۔ ان کے لئے معاشرت کے قوانین منضبط کیے گئے اور خراج کی وصولی اور حاجیوں کے خوردونوش کا انتظام کرایا۔ انہوں نے شراب کی مذمت کی اور اس کے مضرتوں کا اعلان کیا۔ جناب قصی کے فرزند میں عبد مناف اپنے بزرگوں کے حقیقی جانشین تھے اور ان کے فرزندوں میں ہاشم نہایت ہی بااثر اور ممتاز تھے۔ کعبے کی معزز خدمتیں، حاجیوں کی سیرابی اور ضیافت ان کے سپرد کی گئی جو انہوں نے بہت

قابلیت سے انجام دی۔ ان کے مقابلے میں امیہ بن عبد الشمس جو بنی امیہ کا مورث اعلیٰ تھا ، ناکام ہوکر جلاوطن ہوکر شام کی طرف چلا گیااور وہاں اپنا مستقر بنالیا۔

قحط کے زمانے میں اہل مکہ کو روٹیوں کے ٹکڑے شوربے میں بھگو کر کھلانے کی بنا پر ہاشم ان کا لقب ہوا۔ ہاشم کے بیٹے عبد ا ❊ تھے جو شرف، عظمت اور شہرت میں اپنے اکثر بزرگوں پر فوقیت لے گئے اور سید البطحا کے خطاب سے مشہور ہوئے، جو ان کی اولاد میں آج تک باقی رہ گیا۔ انہیں کی اولاد ہے جو سادات کہلاتی ہے۔

عبد ا ❊ کے دس بیٹوں میں دو بیٹے عبد اللہ اور ابو طالب تھے۔ عبد اللہ کے فرزند پیغمبر اسلام حضرت محمد مصطفی □ تھے، جنہوں نے دنیا کو کامل توحید کا پیغام پہنچایا اور بت پرستی ، اقتدار پرستی، سرمایہ پرستی ،غرض کہ غیر اللہ کی ہر طرح کی پرستش کی مخالفت کی اور بتایا کہ اسلام دین فطرت ہے۔ بھولے ہوئے پیغامات کو دہرایا۔ مٹے ہوئے نظام الٰہی کو زندہ اور کامل کیا، جس کی حضرت آدمؑ سے لے کر خاتم النّبین مرسل اعظم □ تک تمام الٰہی نمائندوں نے تبلیغ وترویج کی۔

اسلام کے اصول دین یعنی توحید، عدل، نبوت، امامت، قیامت، سبھی عملی اور افادی حیثیت رکھتے ہیں۔اسلامی اصولوں کو عملی جامہ پہنانے کے لئے فروغ دیں۔نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ ،خمس، جہاد، اچھائی کی نصیحت اور برائی کی ممانعت ، خدا اور اس کے اولیاء سے عشق ومحبت اور دشمنوں سے نفرت وبیزاری کے عنوانات سے ایک کامل منصوبہ اللہ ہی کا تیار کیا ہوا ہے۔

اسلامی اعتقادات اور عبادات ومعاملات سب انسانی فطرت پر مبنی ہیں اور پورا اسلامی نظام حیات الٰہی دستور وقوانین پر استوار ہے اور تمام دستور وقوانین کا سرچشمہ قرآن حکیم وسنت رسولؐ اور سیرت معصومینؑ ہے۔کسی بھی عام انسان کو وہ کتنا ہی بڑا کیوں نہ ہو قانون سازی کا کوئی حق نہیں ہے۔

اسلام در اصل ایک دستور حیات ہے۔ اسلام کا نعرہ'' لاَ اِکْرَاہ فِی الدِّیِن ''ہے۔دور جاہلیت کے عہد اسلامی رسم ورواج کے مہلک اثرات سے لے کر عصر حاضر کی نام نہاد تہذیب اور کلچر وسماج کے تباہ کن مضمرات تک ہر دور اور زمانے میں ہر قوم اور ملت کی حفاظت اور بقا کے لئے مرسل اعظم اور ان کے اہل بیت مکرم نے اسلامی نظام کی ترویج واشاعت کا بیڑا اٹھایا اورنسل آدم کی تمام قوم ونسل وزبان کے غیر انسانی امتیازات کے خلاف علم جہاد بلند کیا۔ اِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ اِخْوَۃ

(مومنین آپس میں بھائی بھائی ہیں) اور اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَاللّٰہِ اَتْقَاکُم (خدا کے نزدیک سب سے زیادہ محترم ومکرم وہی ہے جو سب سے زیادہ پرہیزگار ہے)۔اسلام کے بنیادی تین اصولوں میں اسلام جیسا کہ نام سے ظاہر ہے روئے زمین پر امن وآشتی قائم کرنے، بھولی بھٹکی قوموں کو خدا کی راہ پر لگانے اور بندے ومعبود کے درمیان ٹوٹا ہوا رشتہ جوڑنے کے لئے آیا۔

حضرت ابوطالب کے فرزند امیرالمومنین حضرت علیؑ مرتضیٰ تھے۔ جو اشاعت اسلام میں حضرت پیغمبر اسلامؐ کے ہمیشہ دست وبازو بنے رہے۔ یہاں تک کہ مخالفین اسلام نے فوجی طاقتوں کے ساتھ مسلمانوں پر چڑھائی کی اور بدر و اُحد وخندق وخیبر کی لڑائیاں ہوئیں تو ان تمام لڑائیوں میں حق وصداقت کی روحانی طاقت کے ساتھ حضرت علی مرتضیٰؑ کی تلوار تھی جو ہر موقع پر اسلام کی فتح مندی کا سبب بنی رہی۔

حضرت رسول خدا کی ایک بیٹی تھی فاطمہ زہراؑ، جن کی ان کے بلند اوصاف کی بناپر آپ اتنی عزت کرتے تھے کہ جب وہ آپ کے پاس آتی تھیں تو آپ تعظیم کے لئے کھڑے ہوجاتے تھے اور بکثرت حدیثیں آپ نے ان کی فضیلت کے بارے میں ارشاد فرمایا، جن میں ایک یہ تھی کہ ''وہ سردار زنانِ جنت اور سردار زنان اہل ایمان ہیں۔'' اور فرمایا کہ فَاطِمةُ بِضَعةٌ مِنّی یعنی فاطمہ میرا ٹکڑا ہے۔ ان کی شادی حضرت علیؑ مرتضیٰ سے ہوئی اور انہیں دونوں مقدس بزرگ ماں باپ سے دو فرزند پیدا ہوئے۔ ایک حسنؑ مجتبیٰ اور دوسرے حضرت امام حسینؑ شہید کربلا۔

دس محرم ۶۱ ھ کو حسین ابن علی سبط رسول پر ابن زیاد کی فوجوں نے چڑھائی کردی اور اس کے کثیر لشکر کے مقابلے میں حسینی فوج کی ستر بہتر ہستیوں نے جن میں کمسن بچے، سن رسیدہ بوڑھے بھی تھے دادِ شجاعت لے کر اپنی جان قربان کردی اور عصر کے وقت وہ مظلوم بھائیوں، بھتیجوں کے داغ اٹھا کر اور ہزاروں زخم کھا کر زیر خنجر شہید ہوگئے اور شمر نے اس مظلوم نواسۂ رسول کے سر کو جسم سے جدا کردیا۔

یہ ہے واقعہ کربلا کی وہ تاریخی حیثیت جو سطحی نظروں سے دیکھنے میں چند سطور کے اندر ختم ہوجاتی ہے ۔لیکن کیا زمین کربلا کے واقعے کی حیثیت صرف اتنی ہی ہے؟ کیا وہ صرف چند گھنٹوں کی لڑائی اور ظالم اور مظلوم کی فتح وشکست کا نام ہے۔نہیں ہرگز نہیں اس واقعہ کو انہی دلگداز نمایاں پہلوؤں کا مجموعہ سمجھنا حقائق کے ساتھ صریح ناانصافی اور واقعات کی اہمیت سے کھلی ہوئی بے اعتنائی ہے۔

کربلا کا واقعہ رزم بزم یا سوز وگداز کے تاثیرات کا مجموعہ نہیں بلکہ انسانی کمالات کے جتنے پہلو ہو سکتے ہیں اور نفسیانی امتیازات کے جو بھی اسرار ممکن ہیں ان سب کا خزینہ دار ہے۔

علم تہذیب الاخلاق کا بڑے سے بڑا ماہر اور قانون تمدن ومعاشرت کا کامل ترین عالم ان واقعات سے اسی طرح سبق حاصل کرسکتا ہے جس طرح حقائق لاہوت کا بڑا محقق اور فلسفہ شریعت واحکام کا فقیہ متبحر۔

حسینؑ اور ان کے انصار نے روز عاشورہ صبح سے لے کر عصر تک کی قلیل مدت میں وہ کام کیا ہے جس کی نظیر عالم میں نہ ان سے قبل ممکن ہوئی اور نہ ان کے بعد ہوسکتی ہے۔ کہنے کوتو وہ صرف اپنے جسموں کو مخالف فوج کی خون آشام تلواروں کی نذر کرکے اپنی جانیں نثار کررہے تھے لیکن حقیقتاً انہوں نے عالم انسانیت کو مسخر کرلیا اور دنیائے علم وعمل دونوں پر قیامت تک کے لئے سکہ قائم کرگئے۔ انہوں نے اس دن زندگی کے ہر شعبہ کی تکمیل کی اور کمال انسانیت کا کوئی باب ایسا نہیں ہے، جس کا نمونہ پیش نہ کیا ہو۔

علم اخلاق کی جامع ترین کتابوں کا مطالعہ کرجایئے۔علم النفس کے حقائق واسرار کی کسی مسلم استاد سے تعلیم حاصل کرلیجئے۔ اجتماعی ومعاشرتی آداب اور انسانی فضائل کی مشق پورے معیار ترقی پر پہنچا کر اور معرفت الٰہیہ وحقائق اسرار توحید کا پورے طور پر احاطہ کرلیجئے اور اس کے بعد ذرا کربلا اس کی چند گھنٹہ کی مختصر مدت کا ایک محققانہ نظر سے جائزہ لیجئے۔آپ کو وہاں وہ سب مل جائے گا جو ان تمام کمالات کا ماحصل اور نتیجہ کہا جاسکتا ہے، آپ دیکھیں گے کہ جو کچھ سنا تھا وہ لفظیں تھیں اور ان کے معنیٰ یہ ہیں:

سیّدالشہداء اور ان کے جانباز سپاہیوں کا ہر طرز عمل اس دن ایک اسرار ورموز کا خزانہ تھا کہ جس میں اخلاقی ،تمدنی ،معاشرتی ، اجتماعی،نفسانی خصوصیات وکمالات کے نہ معلوم کتنے پہلو مضمر تھے، ان کے کسی ایک فعل کو سامنے رکھ کر علم النفس کے مشکل سے مشکل مسائل حل کیے جاسکتے اور بلندترین انسانی کمالات حاصل کیے جاسکتے ہیں۔ ثبات قدم، استقلال ،خودداری ،صدق وامانت ، صفائی واخلاص، صبر وضبط ،حق پرستی وحق پروری، عدل وانصاف ، رحم ومروت ، جذبۂ مذہب ، پابندی شریعت، سخت ترین وقت پر عبد ومعبود کے مخصوص روابط کی نگہداشت توکل وتحمل ،نوع بشر کی خیر خواہی مواسات وہمدردی ،عفو وکرم ،سخاوت وشجاعت اپنے مقدس اور سچے نصب العین کی آخری وقت تک

حمایت، اتمام حجت، موعظہ ونصیحت، تبلیغ ودعوت، نفس کشی، بلند حوصلگی، اعلیٰ ہمتی، اگر صرف چند حرفی لفظوں کا نام نہیں بلکہ ہر ایک ان میں سے فلسفہ اخلاق یا علم النفس، حقائق الٰہیہ یا اسرار شریعت کا ایک مستقل اور مفصل ومبسوط باب ہے تو یقینا کربلا کے واقعات مختصر نہیں بلکہ بہت طولانی ہیں اور اگر ان کے نتائج واسباب پر غائر نظر ڈالی جائے تو وہ یقینا چند صفحوں میں لکھنے کے نہیں بلکہ کتابوں کی کتابیں ان کے لئے لازم ہیں۔

تاریخی واقعات کو فلسفی نگاہ سے دیکھ کر ان کے علل واسباب سے بحث کرنے کے لئے ذرا دائرہ بحث کو وسیع کرنے اور مقصد کو آگے بڑھانے کی ضرورت ہے۔ جس قدر واقعہ کی اہمیت زیادہ ہوگی اور اس کے مقدمات وعلل کی حلقہ در حلقہ زنجیریں دور تک گئی ہوئی ہوں گی اتنی ہی ایک محقق کو بیان کی مسافت زیادہ طے کرنی پڑے گی۔ اس کا فرض ہے کہ وہ اس منبع اصلی کا پتہ لگائے، جس سے اس واقعہ کے گوناگوں خصوصیات کا تعلق ہے اور سلسلہ کی پہلی کڑی کو دریافت کرے جس پر اس پوری زنجیر کا دارومدار ہے۔

واقعہ کربلا اس حیثیت سے عالم کا عظیم واہم ترین واقعہ ہے کہ اس کے اسباب وعلل کی کڑیاں سال دو سال، دس بیس سال نہیں سال نہیں بلکہ سو دو سو برس کے واقعات کا نتیجہ ہیں۔ اسلامی تاریخوں میں یہ سب واقعات منتشر طور پر پائے جاتے ہیں۔ ان کو ترتیب دے کر فرع کو اصل کے ساتھ اور معلول کو علت کے ساتھ ملحق کرنے کی کوشش سے جو نتیجہ سامنے آتا ہے وہ کچھ یوں ہے:

وہ وقت کہ جب ہاشم اور امیہ میں عبد مناف کے انتقال کے بعد نزاع ہوئی اور فیصلہ ہاشم کے حق میں امیہ کے خلاف ہوا۔ اسی زمانہ سے عداوت وعناد کی آگ تھی جو امیہ کے دل میں مجبوری ولاچاری کے پردہ میں سلگ رہی تھی اور وہی وراثت اولاد تک پہنچی۔ دشمنی اور عداوت کی آگ مشتعل ہوتے ہوئے کسی ایک فریق کی ظاہری ترقی اور رفعت وبلندی دوسرے فریق کے لئے گرتی ہوئی بجلی کا کام کردیا کرتی ہے۔

بنی امیہ کے لئے ہاشمی خاندان کی وہ عزت ووجاہت جو ملک عرب میں پائی جاتی تھی، بھڑکتی ہوئی آگ سے کچھ کم نہ تھی کیوں کہ خالق کائنات نے اپنی خدائی کے مختار کل اور دنیا وآخرت کے عظیم فرمانروا، سرور کائنات، نبی آخرالزماںؐ کی ولادت کے لئے ہاشمی خاندان کو منتخب کیا۔

رسالت کی تحریک کی روز افزوں ترقی اور اس کے آخری نتیجہ کو بنی امیہ کے بزرگ خاندان

ابوسفیان کی نظریں پہلے ہی روز سے تاڑ گئی تھیں، اسی وجہ سے اس نے اپنے راحت وآرام سے ہاتھ دھوکر پوری قوت کے ساتھ رسالت کی اسلامی تحریک کے مقابلہ کی ضرورت سمجھی اور تمام قبائل عرب میں دورہ کر کے ان سب کو آنے والے خطرات سے آگاہ کردیا اور ان کی ہمدردی کو اپنے لئے حاصل کرلیا۔ لیکن اس کو کیا معلوم تھا کہ اسلامی ترقی کسی ظاہری سازوسامان یا خارجی طاقت وقوت کا نام نہیں ہے، بلکہ روحانی قوت کا نتیجہ ہے۔ اسلامی ترقی کا زور روکنے کے لئے اس کی تمام فوجی طاقتیں، اپنے سازوسامان سمیت ایسی ثابت ہورہی تھیں کہ جیسے سیلاب کے زور کو ہتھیلی سے روکا جائے یا آفتاب کے طلوع ہوتے وقت نقطۂ نظر مشرق کے سامنے ایک پردہ ڈال دیا جائے جبکہ چند ہی منٹ میں آفتاب کی روشنی بڑھ کر اس پردہ کے چاروں طرف محیط ہوجائے گی۔

بدرواحد اوراحزاب، پھر صلح حدیبیہ اور اس کے بعد کے واقعات ہرمرتبہ جان توڑ کوشش اور نتیجہ میں ناکامی سب کے آخر میں بہ مجبوری سرتسلیم خم کرنے کی ضرورت پڑنا اور دل کی تمام تلاطم خیز عداوتوں کے باوجود اپنے تمام سرمایۂ حیات، عزت وآبروکودشمن (رسالت مآبؐ) کے رحم وکرم پر چھوڑ دینا، یہ واقعات ایسے نہ تھے جو دل کی آگ کو خاموش ہوجانے دیں۔ یہ تمام تابڑتوڑ واقعات اس آگ کے لئے چھینٹوں کا کام دے رہے تھے، لیکن پانی کے چھینٹے نہیں بلکہ مٹی کے تیل کے چھینٹے۔ رسالتمآبؐ کی وفات کے بعد اس میں پوری ترقی پیدا ہونا ناگزیر تھی۔ خلافت کے دوسرے تیسرے دور میں اس جماعت کا برسرحکومت آنا اور پھر ایک مرتبہ ورق کے منقلب ہوتے ہوئے اس تخت پر بنی ہاشم کی سربرآوردہ تاریخی ہستی امیر المومنینؑ کا آجانا اور صفین کا میدان ظاہری معاہدہ اور اس کی خلاف ورزی، علیؑ ابن طالبؑ کی اولاد سے جو ہمیشہ اس کے مبلغ تھے باطل کوش حکومت وسلطنت کو ہمیشہ خطرہ کا احساس ہونا، ان تمام کا نتیجہ وہ تھا جو کربلا میں بنی امیہ کے ہاتھوں خاندان رسالت کے ظاہری خاتمہ تک منتہی ہوا۔ لیکن کیا معلوم تھا کہ جس کو وہ خاتمہ سمجھ رہے ہیں وہ اس خاندان کے حقیقی فروغ کا پہلا دن ہے اور جس کو اپنی فتح خیال کرکے خوش ہورہے ہیں ہو ان کے فنا کی مرگ آمیز تمہید ہے۔ واقعات نے ثابت کردیا کہ حسینؑ کے خون کا ہر قطرہ اہل بیت رسولؐ کی مقدس تحریک کے لئے حیات تازہ اور اموی خاندان کی حکومت، ثروت بلکہ ان کی زندگی کے لئے بجلی کا حکم رکھتا تھا۔ ہمارے مذکورہ بیان کا ہر جملہ صرف چند کلموں کا نام نہیں بلکہ مفصل اور طویل واقعات کا اجمالی رمز اور اشارہ ہے۔

انسان کو بیدار پیمبرؐ نے کیا
اور ذہن کو جلوہ زار حیدرؓ نے کیا
تیئیس برس جس میں محمد کو لگے
اک دن میں وہی کام بہتّر نے کیا

راہ حق پر چلنے والے جانتے ہیں کہ نماز عشق کا وضو خون سے ہوتا ہے اور سب سے سچی گواہی خون کی گواہی ہے۔ تاریخ کے حافظے سے بڑے بڑے شہنشاہوں کا جاہ وجلال، شوکت وحشمت سب کچھ مٹ جاتا ہے لیکن شہید کے خون کی تابندگی کبھی ماندنہیں پڑتی ، بلکہ کبھی کبھی تو جب صدیاں کروٹیں لیتی ہیں اور تاریخ کسی نازک موڑ پر پہنچتی ہے تو خون کی سچائی پھر آواز دیتی ہے اور اس کی چمک میں پھر معنویت پیدا ہوجاتی ہے ۔۔۔۔۔لیکن یہ انوکھی آواز اسی وقت کانوں سے ٹکراتی ہے یا اس کربناک آواز کا خصوصی پیام اسی وقت مشعل راہ بنتا ہے جب قوموں کا ضمیر بیدار ہوتا ہے۔

پیکر صبر ورضا ، سید اہل وفا، نور دیدۂ مرتضیٰ ، شاہزادۂ بتول ، جگر گوشۂ رسولؐ حضرت امام حسینؑ مظلوم نے کربلا کے المناک اور وحشت ناک روز وشب میں اپنے قیمتی لہو سے عالم انسانیت کے لئے اسی شجر اسلام کی آبیاری کی تھی، جسے آج سے تقریباً چودہ سو سال پہلے خاتم الانبیاءؐ نے قُولُوا لَاالٰہ اِلّا اللہ تُفلِحُوا کی بلند بانگ آواز کے ذریعہ عرب کے بے آب وگیاہ صحرا میں پہنچایا تھا۔ اسی اسلام کا حیات بخش نور پوری کائنات کو روشن ومنور کیے ہوئے ہے۔

ایک سوال ذہن میں اٹھتا ہے کہ آخر اسلام عالمی دین کیسے بن گیا؟ وہ کون سے اسباب وعلل ہیں جن کی بنیاد پر اسلام کا نور دنیا کے ہر گوشے اور خطّے میں اپنی ضوفشانی کررہا ہے۔؟

حالانکہ اگر ہم اسلام کے ابتدائی حالات پر نظر ڈالیں تو یہ بات روز روشن کی طرح آشکار ہوجاتی ہے کہ رسول خداؐ نے بے پناہ مصائب برداشت کرکے دین اسلام کی تبلیغ کی اور اپنا خون پسینہ لگا کر درخت اسلام کی آبیاری کی اور جب اسلام کے چمنستان میں بہار کے منظر دیکھنے کا وقت قریب آیا تو بنی امیہ کا کالا بادل کبھی معاویہ کی شکل میں ،کبھی یزید کی شکل میں گلشن اسلام پر منڈلانے لگا۔

ظلم وتشدد ،قتل وغارت گری،حقوق غصب کرنا اور بدفعلیوں سے تمام معاشرے کو پر کرنے کی کوشش کی جانے لگی تا کہ اسلام کی حقیقی تصویر مٹادی جائے اور اپنے مفادات کے مطابق دین کو چلایا جائے ،چنانچہ اسی مقصد کو پورا کرنے کے لئے اسلام کا اعلانیہ طور پر مذاق اڑایا جانے لگا کہ کوئی

رسول نہیں آیا کوئی وحی نہیں آئی، کوئی قرآن نہیں آیا، یہ محمدؐ کا اسلام ایک ڈھونگ تھا جو انہوں نے اس لئے رچا تھا کہ حکومت کو ہمیشہ کے لئے اپنے خاندان میں باقی رکھ سکیں۔

اس قدر اسلام پر ظلم وستم ڈھایا گیا کہ اسلامی درباروں میں بندروں کا ناچ، شراب خوری، قمار بازی اور رقص وسرود کی محفلیں برپا ہونے لگیں، حلال محمدی ؐ کو حرام اور حرام محمد ؐ کو حلال قرار دیا جانے لگا، اسلام کی سب سے بڑی ستم ظریفی یہ ہے کہ جن منبروں سے اسلام کی بقا وتبلیغ کے لئے خطبہ ومبلغین تقریریں کیا کرتے تھے ان منبروں کو آل رسولؐ پر سب وشتم سے مخصوص کردیا گیا، جس کے نتیجہ میں اسلام اپنی زندگی کی آخری سانسیں گننے لگا۔

ان تمام حالات اور بدفعلیوں کا محرک یزید پلید تھا اس نے دیکھا کہ حقیقی اسلام فنا کی آخری منزلوں پر ہے تو اس نے سوچا کیوں نہ امام حسینؑ سے بیعت طلب کرکے حقیقتاً اسلام کا قصہ تمام کردیا جائے اس لئے کہ حسینؑ پر غلبہ وتسلط ہی حقیقی اسلام کی فنا ہے۔

اپنے اسی ناپاک ارادے کو عملی جامہ پہنانے کے لئے یزید ملعون نے امام حسینؑ سے بیعت کا مطالبہ کیا کیوں کہ امام حسینؑ روح اسلام تھے اور ان کے ہوتے ہوئے کوئی حقیقی اسلام کو مٹا نہیں سکتا تھا لیکن امام حسینؑ نے فاسق وفاجر کے مطالبہ بیعت کو یہ کہہ کر رد کردیا کہ حق باطل سے مومن فاسق وفاجر سے اور ہدایتوں کا چراغ گمراہیوں کی تاریکی سے کبھی بیعت نہیں کرسکتا اور اسی بات پر ثابت قدم رہنے کے لئے امام حسینؑ کو اپنے نانا کے وطن عزیز کو چھوڑ کر کربلا بسانا پڑا، جو اس وقت عراق میں نہر فرات کے کنارے ایک صحرائی میدانی علاقہ تھا، آج بڑا شہر ہے، جہاں سید الشہداء حضرت امام حسینؑ کا روضہ ہے۔ دنیا بھر سے زائرین امام کی زیارت کے لئے یہاں آتے ہیں۔

جس حقیقی اسلام کو یزید پلید نے فنا کرنے کا پورا بندوبست کردیا تھا اسی کو بچانے اور حیات ابدی عطا کرنے کے لئے امام حسینؑ یہ کہہ کر مدینہ سے کربلا کی طرف چلے ''اِنَّمَا خَرَجْتُ لِطَلَبِ الاِصْلَاحِ فِی اُمَّةِ جَدّیِ رَسُولِ اللّٰہ'' کہ میں فقط اپنے جد کی امت کی اصلاح کے لئے نکل رہا ہوں تاکہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر انجام دے سکوں۔ امام حسینؑ کا یہ جملہ بتارہا ہے کہ یزید نے امت مسلمہ کو برائیوں کی گہری کھائی میں گرادیا تھا۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے سارے راستے مسدود ہوگئے تھے اس لیے کہ جن منبروں سے اسلام کی تبلیغ واشاعت ہوتی تھی اسی سے اسلام اور آل رسولؐ کی توہین کی جارہی تھی۔

امام حسینؑ تاریخ کے اس اہم وحساس موڑ پر اسلام کے مسلم اصولوں کو پامال ہوتے، بدعتوں کو عام ہوتے اور فسادات کو ترویج پاتے ہوئے نہیں دیکھ سکتے تھے کیوں کہ آپ الٰہی نمائندوں کی حیثیت سے خود کو بنی امیہ سے مقابلہ کرنے کا ذمہ دار سمجھتے تھے، اسی لیے آپ ان ظالموں کے شروفساد کا خاتمہ کرنے کے لئے اپنے اعزّاء واقربا کے ہمراہ میدان کربلا میں آگئے۔

وہ کربلا، جس نے بقائے اسلام میں اہم کردار ادا کیا ہے، جہاں حق وباطل کے درمیان ایسی فیصلہ کن جنگ ہوئی کہ آج تک تاریخ کے اوراق میں باطل کا منہ کالا ہے اور حق اپنی تمام تر حقیقتوں کے ساتھ افق تاریخ پر درخشاں ہے۔

اگر واقعہ کربلا رونما نہ ہوا ہوتا تو آج حق وباطل کی شناخت قطعی مشکل ہوجاتی اس لئے یزیدیت نے اسلام کو اپنے تئیں پیش کرنا شروع کردیا تھا، جس میں حلال محمدی پوری طرح حرام تھا، شراب خوری، قمار بازی، جھوٹ، کذب وافترا اور ناچ گانے جیسے محرمات کو حلیت کا لباس پہنا کر بھولی بھالی عوام کو گمراہ کیا جارہا تھا، یہاں تک کہ ان کی سازشیں بہت حد تک کامیاب بھی ہوتی جارہی تھیں۔ ایسے پرآشوب ماحول میں امام حسینؑ نے اٹھ کر کربلا کے میدان میں ان ساری خفیہ سازشوں کا راز فاش کردیا۔

اگر ایک کم عقل انسان بھی واقعہ کربلا پر غوروفکر کرے تو وہ سمجھ لے گا کہ یزید جس اسلام کو پیش کررہا تھا وہ حقیقی اسلام نہیں تھا بلکہ حقیقی اسلام کے لباس میں مذہب شیطان تھا۔ حقیقی اسلام تو وہ ہے جسے امام حسینؑ نے یزیدیت کے ہتھکنڈے سے چھڑا کر قیامت تک کے لئے آزاد اور دنیاوالوں کے حوالے کیا ہے۔

نہایت منفرد اور مخصوص انداز سے امام حسینؑ نے اپنا اور اپنے اعزّاء واقربا کا خون بہا کر اسلام کو آب حیات سے سینچا ہے۔

آج اسلام عالمی دین کیسے بن گیا؟۔۔۔۔ یہ امام حسینؑ کی بے پناہ محنتوں اور راہ خدا میں دی گئی ان قربانیوں کا صلہ ہے جو حق وباطل کے درمیان ایک حد فاصل بن کر افق تاریخ پر درخشاں اور پشت پناہ اسلام ہیں، امام حسینؑ نے اسلام کو بچا کر حیات ابدی سے نوازنے اور عالمی دین بنانے کے لئے یہ قربانیاں بارگاہ الٰہی میں کس انداز میں پیش کیں کہ جب یزیدیت نے اسلام کے بازو کاٹنے چاہے تو امام حسینؑ نے اسے بچانے کے لئے اپنے بھائی عباسؑ کا بازو قربان کردیا، جب

یزیدیت نے اسلام کے سینہ میں خنجر گھونپنا چاہاتو امام حسینؑ نے اسے بچانے کے لئے جوان بیٹے کا سینہ پیش کردیا، جب یزیدیت نے اسلام کے گلے کو چھید نا چاہاتو امام حسینؑ نے اپنے شیر خوار بچے کا گلا پیش کرکے اسلام کو بچایا، جب یزیدیت نے اسلام کے جسم کو پامال کرنا چاہا تو امام حسینؑ نے اپنے بھائی امام حسنؑ کی آخری نشانی قاسمؑ کے جسم کو پامال ہونے دیا لیکن اسلام کو بچا لیا اور آخری منزل پر جب یزیدیت نے اسلام کا سر کاٹنا چاہاتو اس وقت حسینؑ نے اپنا سر پشت سے کٹا کر اسلام کو ہرقسم کی صعوبات ومشکلات سے ہمیشہ کے لئے محفوظ کردیا اور اپنے خون سے شجر اسلام کی اس طرح آبیاری کی کہ اب قیامت تک باطل کا کوئی طوفان اس کی جڑوں کو متزلزل نہیں کرسکتا۔

اگر اسلام میں واقعہ کربلا رونما نہ ہوتا تو آج ہم جس اسلام کی پیروی کررہے ہیں۔ اس کا نام ونشان تک مٹ جاتا اس لئے کہ رسول اسلامؐ نے ''قُولُوا لاَ اِلٰہ الاّ اللّٰہ تُفلِحُوا'' کی صداؤں کے ذریعہ جس اسلام کا آغاز فرمایا تھا وہ اسلام کربلا میں نیستی ونابودی کی آخری منزلیں طے کررہا تھا۔

لیکن اسی کربلا میں حق نے باطل کو، ہدایت نے گمراہی کو، نور نے ظلمت کو، صداقت نے کذب کو امام حسینؑ نے یزید پلید کو اس طرح اپنے قدموں تلے کچل ڈالا کہ آج تک کسی یزیدی نے اسلام کے سامنے سربلند کرنے کی جرأت نہیں کی اور کوئی ایسی تاریخ نظر نہیں آئی جس میں کھلے عام حلال محمدی کو حرام اور حرام محمدی کو حلال قرار دیا گیا ہو۔

آج اسلام اپنی حیات جاودانی اور تمام تر حقیقتوں کے ہمراہ افق کائنات پر درخشاں ہوکر اس کے ہرگوشے وخطے میں اپنے نور کی ضوفشانی کرتا ہوا نظر آرہاہے یہ اصل میں کربلا اور شہادت امام حسینؑ کا صدقہ ہے اور آہستہ آہستہ مذہب اسلام کی عالمگیر مقبولیت کی زمین ہموار ہوتی جارہی ہے۔

حسینؑ مظلوم کی شہادت کے خون کی سرخی نے واقعہ کربلا کے دامن پر وہ نقش ونقوش چھوڑے ہیں جس کی سرخی نے تاریخ کی ہر جنگ کی رونق چھین کر لوگوں کے ذہنوں سے ہر معرکہ جنگ کو محو کردیا، صرف یہی نہیں بلکہ واقعہ کربلا نے اپنی مظلومیت وحقانیت کی مہر دل ودماغ پر ثبت کردی ہے۔ یہاں تک کہ امام حسینؑ کی مظلومانہ شہادت نے انسانیت کے دل ودماغ پر ایسا اثر چھوڑا ہے کہ ہر مورخ کا قلم بڑی سنجیدگی کے ساتھ حسینیت زندہ باد اور یزیدیت مردہ باد کو اپنا شعار بنائے ہوئے ہے۔

☆☆☆